بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن، أَمَّا بَعْدُ:

087: تقدیر پر ایمان کا بیان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور آج کے درس میں ایک نئے باب سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَتُؤْمِنُ الفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ أَهْلُ السُّنَّةِ والجَمَاعَةِ بِالقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ" (اور فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت جو ہے وہ تقدیر پر ایمان بھی رکھتی ہے اچھی ہو یا بُری ہو)۔

اور یہ نیا باب جو ہے: "تقدیر پر ایمان کا بیان"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس جملے سے "وَتُؤْمِنُ الفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ أَهْلُ السُّنَّةِ والجَمَاعَةِ": اس کی تعریف اور اس کے تعلق سے جو بات ہے ہم پہلے کتاب کی ابتداء میں کر چکے ہیں۔

آپ جانتے ہیں "فرقۃ الناجیۃ" (نجات پانے والا فرقہ) اور اہل سنت والجماعت یہ وہ جماعت ہے جو سنت پر جمع ہوئے ہیں اور جو عقیدہ ہم بیان کر رہے ہیں یہ اِن ہی لوگوں کا عقیدہ ہے اسی گروہ کا عقیدہ ہے: "الفرقة الناجية أهل السنة والجماعة"۔

"بِالقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ": قدر کا معنی لغت میں تقدیر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩﴾ (بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقرر تقدیر پر پیدا کیا ہے) (القمر:49)۔

اور دوسری آیت سورۃ المرسلات آیت نمبر 23 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقَدِرُوْنَ ۝٢٣﴾ (ہم نے تقدیر بنائی ہے کیا ہی خوب تقدیر بنانے والے ہیں) (المرسلات:23)۔

یہ دوسرا لفظ ہے "القضاء": دو لفظ ہیں "القضاء والقدر" عام طور پر؛ جب تقدیر کی بات ہوتی ہے تو بعض کتابوں میں آپ دیکھتے ہیں "القضاء والقدر" یا "القدر والقضاء" بھی کہتے ہیں، تو قدر تو ہم جان چکے ہیں لغت کے اعتبار سے، شریعت کے اعتبار سے آگے ہم بات کرتے ہیں ان شاء اللہ۔

جو لفظ "القضاء" ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) لغت میں معنی ہے اس کا حکم یعنی فیصلہ کرنا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ لفظ القضاء والقدر جو ہے یہ الگ الگ ہیں اگر دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں، اور ایک جیسے مترادف ہیں اگر یہ الگ الگ بیان ہوں۔ جیسا کہ علماء کہتے ہیں کہ یہ دو ایسے لفظ ہیں جب یہ جمع ہو جاتے ہیں تو الگ ہو جاتے ہیں جب الگ ہوں تو جمع ہو جاتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ (الاسراء:23): ﴿وَقَضٰى﴾ کا کیا معنی ہے؟ (اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے)؛ اور اس میں تقدیر بھی شامل ہے کیونکہ اس جملے میں دوسرا لفظ نہیں ہے جیسے اس آیت میں ہے: ﴿فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾: تقدیر کا لفظ ہے اس میں قضاء بھی شامل ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے "هذا قدر الله" (کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے)؛ تو اس میں قضاء بھی شامل ہے، اور اگر دونوں ایک ساتھ بیان ہوں تو ان دونوں کے معنی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

تقدیر کا معنی جو ہے اللہ تعالیٰ کا اندازہ جو ہے اُزل میں جو کچھ مخلوق میں ہونے والا ہے اسے کہتے ہیں (اور اللہ تعالیٰ کا اندازہ بھی حق ہوتا ہے مخلوق جیسا نہیں ہوتا)۔

اور فیصلہ جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ وہ فیصلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام مخلوق میں کیا ہے اُن کی خلق میں ایجاد کرنے میں، اُن کے ختم کرنے میں تبدیل کرنے میں اور اس اعتبار سے یہ تقدیر پر سابق ہے (پہلے فیصلہ ہوا ہے پھر اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس تقدیر کو مقرر فرمایا ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قضاء یا فیصلے کا مطلب یہ ہے جو اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے اپنی مخلوق میں ایجاد میں، پیدا کرنے میں یا عدم میں یا تبدیلی میں اور جب تقدیر اس سے پہلے ہے اگر یہ جمع ہو جاتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے معارض ہے یا مخالف ہے: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲﴾ (الفرقان:2): تو اس آیت کے ظاہر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تقدیر جو ہے وہ خلق کے بعد ہے۔

پہلے خلق ہے پھر تقدیر ہے کیونکہ آیت کی ترتیب کیا ہے؟ ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾: خلق پہلے ہے تقدیر بعد میں ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ خلق جو ہے وہ آخری مرتبہ ہے جیسے ہم آگے بیان کریں گے۔

تو اس کو کیسے سمجھیں؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا جواب ان دو وجوہات سے دیا جاسکتا ہے: پہلا جواب یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں یہ جو ہے "من باب الترتیب الذکري"۔

قرآن مجید میں ترتیب جو ہے وہ دو قسم کی ہوتی ہے (سمجھیں آپ) ایک ہوتی ہے ترتیب ذکری، ایک ہوتی ہے ترتیب معنوی: (۱) ذکری سے مراد لفظ کو ذکر کرنے کے اعتبار سے تاکہ آیت کا اختتام جو ہے وہ یکساں ہو جائے دوسری آیات کے ساتھ تو ذکر کے اعتبار سے اسے بیان کر دیا ہے جبکہ اس کی اصل جگہ یہ نہیں تھی جگہ اس سے پہلے والی تھی لیکن ذکر کے اعتبار سے تاکہ آیات کا اختتام برابر ہو جائے ایک جیسا ہو جائے اس لیے اس کی ترتیب میں تھوڑا سا فرق پڑ گیا ہے۔ (۲) اور دوسری جو ہے وہ معنوی ہے ترتیب جو اصل مقصد ہوتا ہے معنی کے اعتبار سے۔

اب یہ ترتیب جو ہے اس آیت میں جس میں خلق کو پہلے بیان کیا ہے تقدیر کو بعد میں جبکہ خلق کو بعد میں بیان کرنا چاہیے تھا تو اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں پہلا جواب یہ ہے: کہ یہ ترتیب ذکری ہے معنوی نہیں ہے اور خلق کو اس لیے پہلے بیان کیا ہے تاکہ آیات کا اختتام جو ہے وہ ایک جیسا ہو جائے اور تناسب برقرار رہے، آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق سے کیا فرمایا ہے سورۃ طہ آیت نمبر 70 میں جبکہ ہم سب جانتے ہیں کہ موسیٰ ہارون سے افضل ہیں (علیہم الصلاۃ والسلام)۔

اب سورۃ طہ آیت نمبر 70 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جادو گروں کے تعلق سے: ﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى﴾: اور جو جادو گر تھے (فَأُلْقِيَ: القاء کہتے ہیں پھینکنے کو) یعنی وہ جب سجدہ ریز ہوئے اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا حکم تھا اور ان کا دل اتنا ٹوٹ چکا تھا اپنے جادو سے اپنے کفر سے جب انہوں نے توبہ کی تو ایسے ٹوٹے ہیں کہ جیسے انہیں کسی نے پھینکا ہے سجدہ کرنے کے لیے۔

﴿فَأُلْقِيَ﴾ مبنی مجہول ہے؛ ﴿السَّحَرَةُ﴾ (جادو گر) ﴿سُجَّدًا﴾ (سجدے میں) ﴿قَالُوٓا﴾ (اور یہ کہا) ﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى﴾ (ہم ایمان لائے ہیں ہارون اور موسیٰ کے ربّ پر (علیہم الصلاۃ والسلام))۔

تو آگے کس کا ذکر ہے اور بعد میں کس کا ذکر ہے؟ پہلے ہارون علیہ الصلاۃ والسلام ہیں اور بعد میں موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جبکہ ہم یقیناً جانتے ہیں دونوں میں سے افضل کون ہے؟ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام۔

اور ذکر کی ترتیب میں پہلے جس کا ذکر ہوتا ہے وہ افضل ہوتا ہے اور بعد والا اس سے کم فضیلت والا ہوتا ہے یہی ہوتا ہے نا؟

اب یہاں پر ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا پہلے ذکر ہے اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا بعد میں ذکر ہے وجہ کیا ہے؟ ”لتناسب رؤوس الآیات“: تاکہ آیات کا اختتام جو ہے وہ ایک جیسا ہو جائے۔

آیت کا سباق دیکھیں سورۃ طہ میں اختتام الف مقصورۃ سے ہوتا ہے: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝﴾ (طہ:25-30): آخر میں کیا آ رہا ہے؟ سب میں یاء ہے؟؛ اگر ہارون ہوتا آخر میں تو الف مقصورۃ کیسے آتا؟! تو اس لیے اس آیت میں بھی وہی ترتیب ہے دیکھیں کہ سبحان اللہ: ﴿فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى﴾۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اس میں یہ دلالت نہیں ہے کہ جو لفظ کے اعتبار سے متأخر ہے وہ رتبے میں بھی متأخر ہے، رتبہ اُس کا آگے ہو سکتا ہے لیکن لفظ میں پیچھے ہو سکتا ہے۔

یا دوسرا جواب یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں تقدیر سے مراد ہے ہموار کرنا، بنانا؛ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جب پیدا کیا ہے تو پھر ہموار بھی کیا ہے بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝﴾ (الأعلی:2)۔

ایسا ہے نا ﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝﴾ (الأعلی:2-3): تو ﴿خَلَقَ فَسَوّٰى﴾ خلق پہلے ہے ﴿فَسَوّٰى﴾ بعد میں ہے؛ تو تقدیر اس اعتبار سے یعنی ”التسوية“: بہترین ساخت پر برابر پیدا کرنا۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ جواب جو ہے یہ پہلے سے زیادہ اَقرب یعنی بہتر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بالکل مطابق ہے جیسا کہ سورۃ الأعلی آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى﴾۔

اب دونوں آیتوں کو دیکھیں: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى﴾، اور اس آیت کو دیکھیں ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ کوئی فرق ہے؟ وہی ترتیب ہے، ترتیب کے اعتبار سے دیکھیں خلق پہلے ہے اور تقدیر کا ذکر بعد میں ہے اور تقدیر اور خلق کے بیچ میں ﴿فَسَوّٰى﴾ کا ذکر ہے یعنی ہموار کیا اور بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

یہ تو ابتدائی جملے تھے لغت کے اعتبار سے کہ معنیٰ کیا ہے القضاء کا اور القدر کا، اب آتے ہیں حکم کیا ہے تقدیر پر ایمان کا: شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ”والإيمان بالقدر واجب“: تقدیر پر ایمان واجب ہے (بعض علماء فرض بھی کہتے ہیں اور

فرض اور واجب میں جو صحیح بات ہے علماء کے اقوال میں سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے) اور دین میں جو مرتبت ہے (یعنی اہمیت کیا ہے تقدیر پر ایمان کی) تقدیر پر ایمان کی ارکان ایمان میں سے جو چھ ارکان ہیں ان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا ہے: "مَا الإِيمَانُ؟" (ایمان کیا ہے؟)، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ": یہ صحیح مسلم کی معروف حدیث میں آیا ہے۔

ویسے یہ حدیث جو ہے اسے یاد کرنا ہے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، اس حدیث میں ارکان اسلام ہیں، ارکان ایمان ہیں، ارکان احسان ہیں، اور علامات الساعۃ کا ذکر بھی ہے؛ عظیم حدیث ہے اسے کیا کہتے ہیں کس نام سے معروف ہے؟ حدیث جبریل علیہ الصلاۃ والسلام۔

پھر ایک بڑی پیاری معلومات میں سے ایک ایکسٹرا انفارمیشن (Extra information) بھی شیخ صاحب دے رہے ہیں اسے آپ یاد کر لیں یہ بہت کم کتابوں میں آپ کو ملتا ہے کہ **تقدیر پر ایمان کے فائدے کیا ہیں؟**

یعنی جب میں کہتا ہوں میرا تقدیر پر ایمان ہے مجھے اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے عملی زندگی میں؟ میرے ایمان میں کوئی فرق پڑتا ہے؟ میرے عمل میں کوئی فرق پڑتا ہے؟ میرے علم میں کوئی فرق پڑتا ہے؟ میری عبادات میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں کوئی فرق پڑتا ہے کہ نہیں پڑتا ہے؟ اور جس کا ایمان کمزور ہے اس کی حالت کیا ہوتی ہے جس کا تقدیر پر ایمان مضبوط ہو اس کی حالت کیا ہوتی ہے اور کیسی ہونی چاہیے آیئے دیکھتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: تقدیر پر ایمان کے کئی فائدے ہیں ان میں سے ان کو ملاحظہ فرمائیں:

1-"أنه من تمام الإيمان": یہ ایمان کی تکمیل کے لیے ہے اور تمام کرنے کے لیے ہے اس کے بغیر ایمان جو ہے وہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔

یہاں پر ایمان کے نقص سے مراد یہ نہیں کہ ایمان باقی رہتا ہے، تقدیر پر ایمان نہیں تو مکمل طور پر ایمان نہیں تو یہ نقص جو ہے یعنی اس کو اساس سے ختم کر دیتا ہے۔

2-دوسری بات: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان کی تکمیل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ پر جب ایمان کی بات کرتے ہیں تو چار چیزیں بنیادی چیزیں ہوتی ہیں:

(۱) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا وجود، اس پر تو کافروں نے بھی یعنی جو اللہ کو ماننے والے ہیں چاہے کسی مذہب سے بھی ہوں ان لوگوں نے انکار نہیں کیا یہاں تک کہ فرعون نے بھی انکار نہیں کیا، زبانی کر بیٹھا دل سے اسے یقین تھا کہ اس نے خود اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا، یہ صرف ہٹ دھرم قسم کے کافر جو ہیں وہی انکار کرتے ہیں اللہ کے وجود کا تو "اللہ تعالیٰ کا وجود"۔

(۲) دوسرا ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان: جب ہم ربوبیت کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال پر ایمان، یہ وہ افعال ہیں جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے جیسا کہ پیدا کرنا، جیسا کہ رزق دینا، صحت دینا، عافیت دینا، نفع و نقصان کا مالک، مشکل کشا حاجت روا۔ یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں۔

اور ان چیزوں کا تعلق اگر آپ دیکھیں تقدیر سے ہے اس لیے جب ہم تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں تو ربوبیت پر ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور جتنا آپ کا ایمان تقدیر پر مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی آپ کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر مضبوط ہوتا ہے۔

(۳) تیسری چیز اللہ تعالیٰ پر ایمان کے تعلق سے میں مکمل کر دوں کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت یا عبادت پر ایمان اور یہ اِس کے برعکس ہے؛ ربوبیت میں اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں اور توحید عبادت میں بندوں کے افعال ہیں، جو ہمارے اقوال اور افعال ہیں جو ہم اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں یہ عبادت ہے، صرف اللہ کے لیے عبادت کرنی ہے اسے توحید عبادت کہتے ہیں۔

(۴) اور چوتھی چیز جس پر ہم نے ایمان رکھنا ہے اللہ تعالیٰ پر؟ توحید اسماء وصفات کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نام ہیں اور صفات الکمال ہیں اور ان پر ہمارا ایمان ہے۔

3- تیسری چیز یا تیسرا فائدہ تقدیر پر ایمان کا: انسان اپنے تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے، جب انسان یہ جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور فیصلے سے ہے تو پھر جب بھی کوئی تکلیف یا مشکل پیش انسان کو آتی ہے تو وہ واپس پلٹتا ہے اپنے ربّ کی طرف تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی یہ مصیبت جو ہے وہ دفع کرے اور ختم کرے اور جب بھی اسے کوئی اچھائی پہنچتی ہے اسے اگر خوشی پہنچتی ہے تو وہ یقیناً جانتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم میں سے ہے۔

تو اپنے تمام معاملات جو ہیں خوشی ہو یا غمی ہو، اچھے حالات ہوں بُرے حالات ہوں تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے۔

4- چوتھی چیز یا چوتھا فائدہ تقدیر پر ایمان کا: انسان اپنی قدر کو جان لیتا ہے کہ انسان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے، اور اگر کوئی اچھا کام کرتا ہے تو پھر وہ فخر یا تکبر نہیں کرتا؛ انکساری عاجزی کا سبق سیکھ لیتا ہے کیونکہ وہ اپنی قدر جانتا ہے، اور وہ یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر وہ یہ کر نہیں سکتا تھا۔

آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جب اچھا کام کرتے ہیں تو اُن کی حالت بدل جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کر دیا ہے اور ہم ہی ہیں یہ کام کرنے والے۔

نہیں میرے بھائی! اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم اور بہت بڑے اور بہت زیادہ لوگ ہیں جو آپ سے اور ہم سے اچھا کام کرتے ہیں اور اس کا ذکر بھی نہیں کرتے، کسی کو علم بھی نہیں ہوتا اور وہ اپنی حیثیت کو بھی جانتے ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ممکن تھا ورنہ یہ ممکن کبھی نہ تھا۔

5- پانچویں چیز یا پانچواں فائدہ تقدیر پر ایمان کا کہ جو بندے پر مصیبتیں آتی ہیں وہ مصیبتیں بہت چھوٹی نظر آتی ہیں آسان ہو جاتی ہیں کیونکہ جب انسان یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو مصیبت کا اثر جو ہے بہت کم ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ إلي آخر الآية(التغابن:11)، امام علقمة رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هو الرجل تصيبه المصيبة'' (یہ بندہ جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے) ''فيعلم أنها من عند الله'' (وہ یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) ''فيرضى ويسلّم'' (پھر راضی ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے تسلیم کر لیتا ہے)۔

اور یہ اثر جو ہے اسے امام الطبری نے تفسیر میں بیان کیا ہے، اور ابن کثیر نے بھی اور دیگر مفسرین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

تو تقدیر کا مصیبتوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور ایمان اور دل کی اصلاح کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے؛ یعنی جب کسی کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مومن کے ایمان کا یہ تقاضا ہے وہ یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو اللہ کی طرف سے وہ اچھا ہے، جب وہ یہ تسلیم کر لیتا ہے اس پر راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے اور وہ مصیبت اس کے لیے بہت چھوٹی نظر آتی ہے جبکہ دوسروں کے لیے بہت بڑی نظر آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اس کو توفیق دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بڑی مصیبت بھی اس کے لیے چھوٹی ہو جاتی ہے۔

6- تقدیر پر ایمان کا چھٹا فائدہ کہ نعمتوں کی نسبت نعمت دینے والے کی طرف انسان کر دیتا ہے کیونکہ اگر تقدیر پر ایمان نہ ہوتا تو پھر نعمتوں یا کوئی بھی اگر انسان کو خیر پہنچتا ہے تو اس کی طرف اسے منسوب کر دیتا ہے جس کے ذریعے سے یہ ہوا ہے۔

یعنی کسی نے سفارش کر کے آپ کو میرٹ پر نوکری دلوادی ہے جبکہ یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ آج کل ہمارے معاشرے میں میرٹ والے بھی سفارش سے اپنا کام نکلوا لیتے ہیں! (إلّا من رحم الله سبحانه وتعالى)۔

کسی نے آپ کی مدد کی ہے اور آپ کا بہت مشکل کام آسان کر دیا ہے؛ آپ بیمار تھے سخت تکلیف میں تھے ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں آپ کی مدد کی ہے صحیح علاج کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاء دے دی ہے، تو جب تقدیر پر ایمان انسان کا مضبوط ہوتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ سب جو بھی اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا کی ہے جو تکلیف دور ہوئی ہے جو مجھے شفاء ملی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ہی ہے اور باقی جو مخلوق تھی جو مخلوق کا کردار بیچ میں ہے یہ صرف ذریعہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مہیا کیا مسخر کیا ہے میرے لیے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس لیے بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو بادشاہوں کی اور وزراء اور امراء کی نزدیکی حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر وہ اُن سے کوئی چیز لے لیتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں تو کہتے ہیں "کہ یہ اِن ہی کرم ہے"، اُن ہی طرف منسوب کرتے ہیں اُس خیر کو جو اُن کو پہنچتا ہے یا فضیلت کو اور اللہ تعالیٰ کا جو مالک اور خالق ہے "جلّ شانہ "اُس کے فضل و کرم کو بھول جاتے ہیں (یعنی تقدیر پر ایمان میں کمزوری کی وجہ سے وہ ایسا کر بیٹھتے ہیں)۔

یہ بات درست ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ لوگوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے بھلا کرے تو پھر اُسے اُس بھلائی کا بدلہ دو": یہ مسند احمد میں روایت موجود ہے، ابن حبان میں بھی، اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

اور دوسری روایت میں جیسے ہم جانتے ہیں: "جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی ناشکرا ہے"۔

تو اس اعتبار سے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) بنیادی بات انسان کو جان لینی چاہیے جو اصولی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہی یہ کام ہوا ہے جو بھی ہوا ہے اور فلاں شخص کے ذریعے سے۔

یعنی اصل کام اللہ تعالیٰ کا ہے اصل احسان اور فضل اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اس فلاں شخص کو یہ توفیق دی ہے کہ اُس نے میری مدد کی ہے (اصل ایمان یہ ہونا چاہیے)۔

7- تقدیر پر ایمان کا ساتواں فائدہ شیخ صاحب فرماتے ہیں: انسان اللہ تعالیٰ کی حکمت کو جان لیتا ہے جب انسان اس کائنات میں دیکھتا ہے نظر دوڑاتا ہے، اور جو بھی تبدیلیاں ہوتی ہیں (عظیم تبدیلیاں) کائنات میں تو وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو جان لیتا ہے اُس شخص کے برخلاف جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کو بھول جاتا ہے تو یہ فائدہ اُس سے رہ جاتا ہے۔

یعنی دیکھیں اللہ تعالیٰ کی حکمت تو ہر چیز میں ہے بعض کا ہمیں علم ہے بعض کا ہمیں علم نہیں ہے؛ اب فجر کی نماز دو رکعت ہے اس میں کیا حکمت ہے ہمیں کیا پتہ ہے؟! فجر کی چار بھی ہو سکتی تھیں ظہر کی دو ہو سکتی تھیں، ہمیں نہیں پتہ اس کی حکمت کیا ہے۔

لیکن زکوۃ الفطر ہم دیتے ہیں حکمت ہے کہ نہیں؟اس کا ہمیں پتہ ہے حدیث میں بھی آیا ہے"طُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ"(کہ جو مسکین تھا اس کے لیے طعمۃ ہے فقراء مساکین کے لیے)۔

دیکھیں ہم روزے رکھتے ہیں رمضان بھی آرہا ہے ہماری ایک تربیت ہوتی ہے کس چیز کی تربیت ہے؟

(۱) بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو کبھی بھوک محسوس نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کا اتنا دیا ہوا ہے الحمد للہ اُن کو، اُن کو پتہ نہیں بھوک ہوتی کیا ہے! اس لیے فقراء کی طرف دیکھنا اُن کے لیے ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ہو جاتا ہے ضرورت ہی نہیں پڑتی اُن کو، جب روزہ رکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بھوک کا بھی درد ہوتا ہے بھوک کی بھی تکلیف ہوتی ہے؛ تو پھر فقراء مساکین کے لیے دل مائل ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا ہے؟

(۲) پھر جو گناہ ہو جاتے ہیں لغزشیں ہو جاتی ہیں روزے کی حالت میں زکوۃ الفطر سے اُن کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

تو کئی چیزیں ہیں جن کی ہم حکمت جانتے ہیں کچھ کی نہیں جانتے؛ تقدیر پر ایمان سے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے وہ عیاں ہو جاتی ہے واضح ہو جاتی ہے انسان جان لیتا ہے کہ جو بھی تبدیلیاں ہو رہی ہیں پوری کائنات میں یہ أحکم الحاکمین کی حکمت ہے اور انسان کا بھروسہ اپنے ربّ پر اور تقدیر پر جو بھی تبدیلی آتی ہے وہ اُسے من وعن سے تسلیم کر لیتا ہے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

(یہ تقریباً سات فائدے ہیں جو شیخ صاحب نے بیان کیے ہیں یہ نوٹ کر لیں)۔

تقدیر کے تعلق سے یہ دو لفظ اکثر کہے جاتے ہیں" خيره وشره": خیر یعنی تقدیر کا خیر اور تقدیر کا شَر، اچھی اور بُری تقدیر دوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں۔

تقدیر میں شَر کے اعتبار سے ایک یہ بنیادی بات جان لیں شیخ صاحب فرماتے ہیں: تقدیر میں شَر سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز یا اُس چیز کا ہونا جو انسان کی طبیعت کے ملائم نہ ہو مخالف ہو، یعنی جس سے انسان کو تکلیف اذیت اور نقصان پہنچے۔

اور خیر جو ہے انسان کی طبیعت کے موافق اور ملائم ہوتا ہے اور اُس سے اُس کے لیے خیر اور نفس میں راحت اور دل میں سرور اور اطمینان پیدا ہوتا ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں شَر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:"الشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ"(اور شَر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا)؟

اور یہ صحیح مسلم کی روایت ہے "الشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ": صحیح حدیث ہے اور ہم کہتے ہیں بُری تقدیر؟

یعنی ہم کہتے ہیں "بالقدر خیرہ وشرہ" اور تقدیر کی نسبت ہم کرتے ہیں شَر کی اللہ تعالیٰ کی طرف جبکہ حدیث میں آیا ہے کہ شَر کی نفی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف شَر کو منسوب نہیں کیا جاتا؟

تو اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ کہا جاتا ہے کہ شَر کا معاملہ جو ہے تقدیر سے یا تقدیر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اُس کا اعتبار اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے نہیں ہے بلکہ اُس کا اعتبار مقدور سے ہے جو تقدیر پہنچی ہے مخلوق کو کیونکہ ایک تو ہے تقدیر جو اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے ایک ہے مقدور کہ اُس کا مخلوق پر اثر ہونا جیسا کہ خالق اور مخلوق ہے دو الگ چیزیں ہیں، اور ارادہ اور مراد ہے، تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے جس شَر کی نفی کی گئی ہے وہ جو تقدیر اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے اُس میں خیر ہی خیر ہے اگرچہ انسان کو اس سے تکلیف ہو یا کوئی نقصان ہو یا اُس کی طبیعت کے ملائم نہ ہو مخالف ہو لیکن مقدور کے اعتبار سے جو تقدیر واقع ہوئی ہے (مقدور آ جو واقع ہوئی ہے) تو اُس میں خیر بھی ہو سکتا ہے شَر بھی ہو سکتا ہے؛ اور جب ہم کہتے ہیں "فالقدر خیرہ وشرہ" اس سے مراد مقدور ہے خیر اور شَر کے اعتبار سے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کی مثال دیکھیں ذرا (کئی مثالیں ہیں ایک مثال لے لیتے ہیں)، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الروم آیت نمبر 41 میں: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾﴾ (الروم:41)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ جو فساد برپا ہوا ہے اور اس کا سبب اور اس کی وجہ فساد شَر ہے کہ نہیں؟ فساد تو شَر ہے اور فساد کا سبب جو ہے انسان کا عمل ہے، انسان کے بُرے اعمال اس فساد کا سبب ہیں جو ظاہر ہوئے ہیں خشکی اور تری میں۔

اور وجہ کیا ہے غایت کیا ہے کس لیے یہ فساد ظاہر ہوا ہے؟ ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾: تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو مزہ چکھائے یعنی عذاب کا اس فساد کا جو برپا ہوا ہے ان کے بداعمال بدکردار سے ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ تاکہ توبہ کریں اور واپس پلٹیں۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: فساد کا ظاہر ہونا بَرّ اور بحر میں (خشکی اور تَری میں) اس میں حکمت ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ فساد بذات خود شَر ہے لیکن بہت ساری عظیم حکمت کی وجہ سے اس میں خیر بھی ہے۔

اسی طریقے سے انسان نے بُرے عمل کیے ہیں اس کے سبب اللہ تعالیٰ نے فساد کو ظاہر کر دیا ہے، بیماریاں ہیں تکلیفیں ہیں مصیبتیں ہیں یہ سب فسادات میں سے ہیں۔

جیسے کرپشن ہم دیکھتے ہیں بہت ساری مصیبتیں ہیں، مہنگائی ہے بے روزگاری یہ سب فسادات میں سے ہیں جب یہ ظاہر ہو جاتے ہیں انسان کو تکلیف پہنچتی ہے انسان اپنا مراجعہ محاسبہ کرتا ہے دیکھتا ہے کہ میرے گناہوں کی سزا مجھے مل رہی ہے وہ توبہ کرتا ہے پلٹتا ہے تو اس کے لیے خیر ہے کہ نہیں؟

اب فساد کا خود ہونا خیر ہے؟ نہیں، اصل تو وہ شَر ہی ہے! کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ بیماری، مصیبتیں، یہ تکلیفیں، بے روزگاری، مہنگائی یہ سب خیر ہے؛ نہیں! شَر ہی ہے یہ، یہ تمام چیزیں شَر ہیں!

اب کرونا آیا کرونا کیا ہے خیر ہے یا شَر ہے؟ شَر ہے بیماری ہے تکلیف ہے مصیبت ہے لیکن اس کی وجہ سے جب انسان اپنا محاسبہ کرتا ہے کہ بیماری ہوئی ہے مصیبت آئی ہے دنیا میں میں کہاں پر ہوں میرا اس میں کتنا کردار ہے، میرا اس میں کتنا کنٹریبیوشن (Contribution) ہے، میں کتنا گناہگار ہوں میں نے کتنے گناہ کیے ہیں میں توبہ کیوں نہیں کرتا ہوں؟! وہ خود توبہ کرتا ہے، ایک توبہ کرتا ہے، دو کرتا ہے، دَس کرتے ہیں، بیس کرتے ہیں، سو کرتے ہیں، ہزار کرتے ہیں معاشرے میں فرق پڑے گا کہ نہیں؟ تو معاشرے کو سدھارنے کے لیے بہتر کرنے کے لیے جب معاشرے میں رہنے والے بُرے لوگ اچھے بن جائیں گے توبہ کر کے تو فساد بھی آہستہ آہستہ ٹلتا جائے گا اور کم ہوتا جائے گا۔

تو توبہ کیوں کی ہے پہلے تو نہیں کر رہے تھے؟ اب فساد ظاہر ہوا ہے تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے فساد لکھا ہے تکلیفیں مصیبتیں لکھی ہیں اس کی وجہ سے انسان نے توبہ کی ہے اور وہ اپنے ربّ کی طرف واپس پلٹا ہے خیر ہے کہ نہیں؟ فساد خیر ہے؟ نہیں فساد تو خیر نہیں ہے! تو پھر یہ کیا بات ہے یہ کیا معمہ ہے خیر بھی ہے شَر بھی ہے؟

جو مقدور ہے (سمجھیں ذرا)، ایک قدر ہے فساد آیا ہے، مقدور ہے جو پہنچی ہے تکلیف، اُس تکلیف کی وجہ سے نقصان کی وجہ سے اس انسان نے اپنا محاسبہ کیا ہے توبہ کی ہے اپنے ربّ کی طرف واپس پلٹا ہے تو اس لیے اس میں خیر ہے؛ بات واضح ہے؟

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اسی طریقے سے جو گناہ ہیں "المعاصي" اور کفر ہے یہ سب شَر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے ہیں اور عظیم حکمتوں کے لیے ہیں، اگر یہ نہ ہوتا تو تمام شریعتیں باطل اور ختم ہو جاتیں اور اگر یہ نہ ہوتا یعنی کفر اور گناہ نہ ہوتے تو لوگوں کا جو خلق اور پیدا کرنا جو ہے یہ بھی عبث ہوتا (بغیر وجہ کے ہوتا نا؟)۔

وہ کیسے ؟ اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے ؟ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات:56)؛ جب کفر ہی نہیں ہے توحید ہی توحید ہے ایمان ہی ایمان ہے کوئی موازنہ نہیں ہے سب اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، تو فرشتے تو کرتے تھے عبادت نا فرشتے تو کفر نہیں کرتے نافرمانی نہیں کرتے معصوم ہیں تو ہمارے پیدا کرنے کی کیا وجہ ہے ؟ حکمت ہے (سبحان اللہ) کہ ایمان بھی ہو گا کفر بھی ہو گا، توحید بھی ہو گا شرک بھی ہو گا، خیر بھی ہو گا شر بھی ہو گا، اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: تقدیر پر ایمان خیر اور شر، اچھی بُری تقدیر پر ایمان میں یہ چیز شامل نہیں ہے کہ ہر مقدور پر ایمان رکھا جائے کیونکہ مقدور جو ہے اس کی دو قسمیں، ایک کونی ہے ایک شرعی ہے۔

(۱) جو کونی مقدور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی ایسی چیز مقدر میں لکھ دے جس میں کوئی تکلیف ہو یا انسان کو یہ ناپسندیدہ ہو تو وہ ہو کر رہتا ہے وہ چیز واقع ہو کر رہتی ہے آپ راضی ہوں یا نہ ہو آپ چاہیں یا نہ چاہیں۔

(۲) جو شرعی مقدور ہے انسان وہ کر بھی سکتا ہے وہ نہیں بھی کر سکتا ہے لیکن رضا کے اعتبار سے اس میں تفصیل ہے اگر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے تو اسے راضی ہونا چاہیے اور معصیت ہے تو اسے دوری اختیار کرنی چاہیے اور اسے ناپسندیدہ کرنا چاہیے اس کا خاتمہ کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ ال عمران آیت نمبر 104 میں: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ إلى آخر الآية (آل عمران:104)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور اس بنیاد پر ہمارے اوپر واجب یہ ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اس پر ہمیں مکمل ایمان ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہے لیکن جو فیصلہ واقع ہوا ہے تو ہم اس سے راضی بھی ہو سکتے ہیں نہیں بھی ہو سکتے، اگر کسی شخص سے کفر واقع ہو جائے تو ہم اس کفر سے کبھی راضی نہیں ہوتے لیکن ہم اس سے راضی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس کفر کو اپنی تقدیر میں یعنی یا فیصلے میں لکھا ہے اور واقع ہوا ہے۔

یعنی دو چیزیں ہیں، پھر سمجھیں آپ شیخ صاحب وہی بار بار ریپیٹ (Repeat) کر رہے ہیں کہ تقدیر پر راضی ہونا۔

اچھی بُری تو سمجھ آ گیا نا پہلے، اب ہم راضی ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے ہیں کیا لازمی ہے ہمارے لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر ہم راضی ہو جائیں؟ بیماری ہے راضی ہو جائیں؟ بیماری ہو گئی ہے تو راضی تو ہونا ہے تقدیر ہے، ہمیں ناپسند ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے: ﴿وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ (التغابن:11) یہ تو گزر چکا ہے۔

کفر واقع ہوا ہے راضی ہوں؟

اب دونوں میں فرق کیا ہے؟ایک ہے کونی، ایک ہے شرعی مقدور جو ہے:

(۱) جو کونی ہے تکلیف ہے مصیبتیں ہیں جو بھی ہیں بیماریاں ہیں یہ آزمائش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر تم نے راضی ہونا ہے اگرچہ ہمیں ناپسندیدہ بھی ہے۔

(۲) ہمارے لیے نافرمانیاں ناپسندیدہ ہیں کفر ناپسندیدہ ہے، ظلم ناپسندیدہ ہے، یہ بھی ہم ناپسند کرتے ہیں، اب واقع جب ہوتا ہے اس پر ہم راضی ہوتے ہیں؟ اس پر راضی نہیں ہوتے۔

(جو مقدور کونی ہے ہم راضی ہوتے ہیں، جو مقدور شرعی ہے اگر بُرا ہے اس کی تفصیل ہے)۔

اگر اچھا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمانبرداری ہے تو ہم اس سے راضی ہوتے ہیں، اگر نافرمانی ہے جیسے کفر ہے اور گناہ ہیں نافرمانیاں ہے تو اس سے ہم راضی نہیں ہوتے؛ راضی ہوتے ہیں اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن جب واقع ہوتا ہے کہ فلاں نے کفر کیا ہے شرک کیا ہے بدعات کی ہیں تو ہم اس سے راضی ہرگز نہیں ہوتے جبکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی "قضاء" فیصلے سے ہے کہ نہیں؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ہے لیکن ہم مقدور کے اعتبار سے راضی نہیں ہوتے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

فرق کو سمجھ رہے ہیں کہ نہیں؟

آگے تفصیل آرہی ہے تقدیر کے معاملے میں بہت ساری آگے بھی باتیں آنے والی ہیں ان شاءاللہ مزید تفصیل آگے آئے گی۔

سوال: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (الروم:41): بَر (خشکی) کے بارے میں سمجھ میں آتا ہے زمین پر جو فساد ہے بحر کا کیا فساد ہو سکتا ہے؟

جواب: بحر میں فساد جو ہے یہ جو طوفان آتے ہیں یہ جو مصیبتیں اتی ہیں سونامیاں آتی ہیں ساری کیا ہیں یہ؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں؛ تو تکلیف کس کو پہنچی ہے انسان کو پہنچی ہے نا؟ اس اعتبار سے۔

انسان گناہ کرتا ہے گناہ کی وجہ سے سونامی آتا ہے، انسان کو تکلیف پہنچتی ہے توبہ کرتا ہے تھم جاتی ہے رُک جاتی ہے۔

اس لیے دیکھیں قیامت کے قریب جو ہے نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ کثرت سے زلزلے آئیں گے یہاں تک کہ آخری زلزلہ: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝﴾ (النازعات:6-7) بات ختم ہو جائے گی!

تو زلزلے کثرت سے ہوں گے کیونکہ ایمان کم ہوتا جائے گا تناسب دیکھا ہے آپ نے؟!

قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی شخص ہے؛ توحید جب تک ہے قیامت نہیں آئے گی جب توحید کا خاتمہ ہوگا قیامت کس پر قائم ہوگی؟"عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ": "... والَّذين يتَّخِذون ...القُبورَ مَساجِدَ": معروف حدیث ہے جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں: "القُبورَ مَساجِدَ"۔

"شِرَارِ الْخَلْقِ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اِن پر قیامت قائم ہوگی، شرک ہوگا عام بدعات ہوں گی۔

اور جو اہل ایمان ہوں گے کہاں پر ہوں گے جب قیامت ہوگی؟ ایک حدیث میں آیا ہے یہ بھی قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے ہے کہ ایک ہوا سی چلے گی جو آستینوں سے گزر کر جائے گی اور روح مومنوں کی تمام ایک ہی وقت میں قبض کر دے گی کوئی مومن نہیں بچے گا۔

یعنی سب بڑی نشانیاں گزر چکی ہیں اب، دجال وغیرہ سب ختم ہوگیا ہے اب آخری وقت ہے قیامت آنی والی ہے اور پوری دنیا کا خاتمہ ہونا ہے مومن کوئی نہیں بچا" عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ"؛(اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے)۔

تو فساد ترّی میں بھی ہے خشکی میں بھی ہے اللہ رحم کرے ہم سب پر۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (087.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio